عرب دنیا: وسائل سے مالا مال، مسائل کی شکار

ترجمہ: مسلم سجاد

ہفت روزہ اکانومسٹ لندن (۶ جولائی ۲۰۰۲ء) نے عرب دنیا کے بارے میں اقوام متحدہ کی رپورٹ کے حوالے سے یہ تحریر شائع کی ہے۔ ہم قارئین کو ایک نقطۂ نگاہ سے آگاہ کرنے کے لیے اسے شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

اقوام متحدہ گذشتہ کچھ عرصے سے مختلف ممالک کے بارے میں انسانی ترقیاتی رپورٹ (Human Development Report - HDR) شائع کرتی ہے۔ لیکن اب پہلی دفعہ ایک علاقے، یعنی عرب دنیا کے بارے میں عرب ایچ ڈی آر ۲۰۰۲ء شائع کی گئی ہے جسے عرب ماہرین ہی نے تیار کیا ہے۔ عرب دنیا سے مراد عرب لیگ کے ۲۲ ممبران ہیں جن کی آبادی اس وقت ۲۸ کروڑ ہے، یعنی تقریباً امریکہ کے برابر، مصر کی ۷ کروڑ سے لے کر قطر کی ساڑھے پانچ لاکھ تک۔ اس علاقے میں نوجوانوں کا تناسب دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ ۳۸ فی صد عرب ۱۴ سال سے کم عمر کے ہیں۔ اندازہ ہے کہ آیندہ ۲۰ سال میں آبادی ۴۰ کروڑ تک ہو جائے گی۔

عرب دنیا کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ زمانے سے اتنا پیچھے ہے؟ یہ کوئی بدقسمت علاقہ نہیں، تیل سے مالا مال ہے، اور اس کے عوام ایک قابل فخر مذہبی، تہذیبی اور لسانی ورثے کے مالک ہیں۔ نہ یہ غربت کا شکار ہے، نہ یہاں نسلی تنازعات ہیں۔ استعماریت کے پنجوں سے آزاد ہوئے اسے طویل مدت گزر چکی ہے۔ شاید ہی اس سے کوئی استثنا ہو کہ اس کے مطلق العنان حکمران بادشاہ ہوں یا صدر، مرنے پر ہی اپنے اختیارات سے دستبردار ہوتے ہیں۔ اس کے انتخابات ایک بھونڈا مذاق ہیں۔ نوجوانوں کی نصف آبادی بے روزگاری کا شکار ہے اور جلد از جلد اپنے ممالک سے باہر چلے جانا چاہتے ہیں۔

مراکش سے خلیج تک، خاص طور پر عرب دنیا کے فطری قائد مصر میں عرب دانش ور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اتنا برا حال کیسے اور کیوں ہو گیا ہے؟ ایسے ہی دانش وروں کی ایک ٹیم نے اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) کے تحت عرب انسانی ترقیاتی رپورٹ ۲۰۰۲ء شائع کی ہے۔ عرب دنیا میں آزادی

اظہار پر جو پابندیاں ہیں اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ عرب دنیا میں کوئی قابل ذکر مرکز علم و دانش (think tank) نہیں ہے۔ ایک مصری نادر فرغانی اس رپورٹ لکھنے والی ٹیم کا سربراہ ہے۔ رپورٹ میں عرب دنیا کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا بہت احتیاط سے تجزیہ کیا گیا ہے۔ کامیابیاں بہت کم جگہ میں آ گئی ہیں۔ اصل موضوع ناکامیاں ہیں۔ انھوں نے نام لینے میں احتیاط کی ہے لیکن دیانت داری سے بتایا ہے کہ عرب دنیا پر کیا بپتا پڑ رہی ہے۔

انسانی ترقیاتی رپورٹ میں' متوقع اوسط عمر' اسکولوں میں طلبہ کی تعداد' شرح خواندگی اور فی کس آمدنی کی بنیاد پر اندازہ لگایا جاتا ہے۔ یہ پہلی رپورٹ ہے جو ایک پورے علاقے کے بارے میں آئی ہے۔ آیندہ سالانہ رپورٹ پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ عمومی رپورٹ ہے۔ اس کے بعد خصوصی موضوعات پر رپورٹیں پیش کی جائیں گی' مثلاً ''انفارمیشن ٹکنالوجی میں عرب کیوں پیچھے رہ گئے؟''

یقیناً کچھ خوش گوار باتیں بھی ہیں۔ گذشتہ تین عشروں میں اوسط عمر میں ۱۵ سال کا اضافہ ہوا ہے۔ نوزائیدہ بچوں کی اموات دوتہائی کم ہوگئی ہیں۔ یہ کوئی بتانے کی بات نہیں ہے کہ دوسرے ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں عرب دنیا میں فی کس آمدنی زیادہ ہے۔ لیکن یہ بات تعجب خیز ہے کہ اس کی مجموعی قومی پیداوار ۵۳۱ ارب ڈالر ہے جو اسپین سے کم ہے۔ عربوں میں ایک ڈالر روز سے کم آمدنی والی شدید غربت کسی دوسرے ترقی پذیر ممالک سے کم ہے اور یہ شاید ناداروں کی مدد کرنے کی اسلامی اور عربی روایت کا ثمرہ ہے۔ لیکن رپورٹ کے مطابق علاقہ ترقی یافتہ کم' اور امیر زیادہ ہے۔

اب بھی پانچ میں سے ایک عرب باشندہ دو ڈالر سے کم آمدنی پر گزارا کرتا ہے۔ گذشتہ ۲۰ سال میں فی کس آمدنی میں ۰.۵ فی صد کے حساب سے اضافہ ساری دنیا کے مقابلے میں کم تر ہے۔ اس حساب سے ۱۴۰ برسوں میں ایک عرب اپنی آمدنی دگنی کر سکے گا۔ یہ ہدف بعض دوسرے ملک ۱۰ سال میں حاصل کرنے والے ہیں۔

پیداوار میں جمود اور آبادی میں اضافے کا مطلب ہے بے روزگاری۔ ایک کروڑ ۲۰ لاکھ روزگار کے قابل افراد کا ۱۵ فی صد بے روزگار ہے۔ ۲۰۱۰ء تک یہ تعداد ڈھائی کروڑ تک پہنچ سکتی ہے۔

عربوں کی کارکردگی میں رکاوٹ وسائل کی کمی نہیں ہے۔ رپورٹ کے مطابق' اس کا سبب تین بنیادی امور کی کمی ہے: ایک' آزادی۔ دوسرے' علم۔ تیسرے' طاقت نسواں (womanpower)۔

رپورٹ کے مطابق' ان تین خامیوں کی وجہ سے احساس محرومی کے شکار عرب اپنی امکانی کامیابیاں حاصل نہیں کر پا رہے اور اس لیے باقی دنیا ان سے دولت اور پس ماندگی کے مہلک امتزاج کی وجہ سے نفرت کرتی ہے اور خوف کھاتی ہے۔

آزادی

عرب دنیا میں جو بنیادی خامیاں ہیں اس کے اسباب یہ ہیں: مطلق العنان حکومتوں کا تسلسل، بدعنوانی پر مبنی انتخابات، انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات میں الجھاؤ، ذرائع ابلاغ اور سول سوسائٹی پر پابندیاں اور ایک غیر روادار، گھٹن زدہ ماحول۔ گو جمہوریت کے دکھاووں میں یہ خطہ بہت آگے ہے۔ یہاں انتخابات کا انعقاد ہوتا ہے، انسانی حقوق کے کنونشن پر دستخط بھی ہوتے ہیں لیکن انسانی حقوق کی لہر نے گذشتہ ۱۵ برس میں دنیا کے بہت سے حصوں کو جس طرح کھول کر رکھ دیا ہے عربوں کو یہ چھو کر بھی نہیں گزری۔ کبھی کبھار جمہوریت کی پیش کش کی جاتی ہے لیکن ایک حق کے طور پر نہیں، احسان کے طور پر۔

رپورٹ میں بڑے شائستہ انداز میں کہا گیا ہے: بیلٹ بکس کے ذریعے انتقال اقتدار عرب کا عام طریقہ نہیں ہے۔ وزرا اور سرکاری ملازم شاذ ہی میرٹ پر مقرر کیے جاتے ہیں۔ مناصب اس بنیاد پر نہیں ملتے کہ آپ کیا جانتے ہیں بلکہ اس بنیاد پر ملتے ہیں کہ آپ کس کو جانتے ہیں۔ اس کا نتیجہ عوام سے بے تعلق، بے حرکت، مرکزی اتھارٹی اور ایک نااہل انتظامیہ ہے۔

آزادی اظہار اور آزادی اجتماع پر سخت پابندیاں ہیں۔ رپورٹ میں ایک امریکی مانیٹرنگ ادارے کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ کسی عرب ملک میں بھی حقیقی مفہوم میں آزاد میڈیا نہیں ہے۔ صرف تین میں جزوی آزادی ہے، باقی آزاد نہیں ہیں۔

علم

امام علی بن ابی طالب نے چھٹی صدی میں یہ فرمایا تھا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کی تحقیر کرنا چاہے تو اسے علم سے محروم کر دیتا ہے''۔ عرب تعلیم پر کسی بھی دوسرے ترقی پذیر ملک کے مقابلے میں مجموعی قومی پیداوار کا زیادہ فی صد خرچ کرتے ہیں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ یہ صحیح خرچ نہیں کیا جاتا۔ تعلیم کا معیار قابل رحم حد تک گرا ہوا ہے۔ لیبر مارکیٹ اور تعلیمی نظام میں کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ناخواندگی کی شرح میں کمی ہوئی ہے لیکن پھر بھی بہت زیادہ ہے۔ ساڑھے چھ کروڑ افراد ناخواندہ ہیں جن میں سے دو تہائی خواتین ہیں۔ ایک کروڑ بچوں کو اسکول نصیب نہیں ہوتا۔ اس ناقص تعلیم کا سنگین نتیجہ یہ ہے کہ عرب، جنھوں نے کبھی سائنس کی قیادت کی تھی، آج سائنسی تحقیق اور انفارمیشن ٹکنالوجی میں بہت پیچھے چلے گئے ہیں۔ تحقیق و ترقی میں سرمایہ کاری دنیا کے اوسط کا ساتواں حصہ ہے۔ آبادی کا ۰.۶ فی صد انٹرنیٹ استعمال کرتا ہے اور ۱.۲ فی صد کے پاس ذاتی کمپیوٹر ہے۔ اس کا ایک نتیجہ تخلیقی سرگرمی میں کمی ہے۔ نئے لکھنے والے کم سامنے آرہے ہیں۔ فلموں میں بھی زوال ہے۔ غیر ملکی کتابوں کے ترجمے بھی نہیں کیے جارہے۔ خلیفہ مامون کے ایک ہزار سال پہلے کے دور سے لے کر اب تک

عرب دنیا میں جتنے ترجمے ہوئے ہیں' اتنے اسپین صرف ایک سال میں کر لیتا ہے۔

عورت کا مقام

عرب دنیا میں عورت کو ایک مکمل شہری تصور نہیں کیا جاتا۔ رپورٹ کے مطابق یہ انسانی وسائل کا بہت بڑا ضیاع ہے۔ اگر آدھی آبادی کا گلا گھونٹ دیا جائے تو وہ ملک کیسے خوش حال ہو سکتا ہے؟ گذشتہ ۳۰ برس میں خواتین کی خواندگی کی شرح میں تین گنا اضافہ ہوا ہے لیکن اب بھی ہر دو میں سے ایک عرب عورت نہ لکھ سکتی ہے اور نہ پڑھ سکتی ہے۔ ملک کے سیاسی و معاشرتی معاملات میں ان کی شرکت اب بھی دنیا میں سب سے کم ہے۔

حکومتیں اور معاشرے دونوں کے خواتین کے ساتھ سلوک اور رویے میں فرق ہے۔ تمام عرب ممالک میں خواتین کو غیر مساوی شہری اور قانونی حقوق کا سامنا ہے۔ عورتوں کے بارے میں اعداد و شمار ۲۲ میں سے صرف ۱۴ ممالک سے مل سکے ہیں۔ یہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ عورتوں کے بارے میں ایک عمومی لاپروائی کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔

یہ ایسا سب کچھ کیوں ہو گیا؟ اس کے کوئی واضح تاریخی اسباب نظر نہیں آتے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ترجیح اس بات کی تھی کہ مغربی ممالک کی حکمرانی سے نجات حاصل کی جائے جو براہ راست یا بالواسطہ حکومت کر رہے تھے۔ زور قومی آزادی پر تھا' فرد کی آزادی پر نہیں۔ لیکن جب استعماری طاقتیں چلی گئیں تو بھی نئی آزاد حکومتوں نے اختیارات کی تقسیم اور سرپرستانہ رویہ اپنانے میں سابقہ استعماری حکومتوں کی نقالی کی اور مغرب کی تقلید جاری رکھی۔ انور سادات تو مصری عوام کو میرے بچو! کہہ کر خطاب کرتے تھے۔

اس جائزے کے عرب مصنفین نے علاقے کی ناکامیوں کے لیے عرب اسرائیل تنازعے کو سبب یا عذر کی حیثیت سے پیش کرنے سے احتراز کیا ہے۔ رپورٹ میں فلسطینی مہاجروں کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک خصوصی حصے میں پورے علاقے کی سیاسی اور معاشی زندگی پر اس کے شدید اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بلاشبہہ اسرائیل سے تعلقات خصوصاً اس کا فلسطین پر قبضہ اصل امور سے توجہ بالکل ہٹا دیتا ہے۔ اس پر وسائل اور توانائیاں صرف ہو رہی ہیں اور مزید یہ ہے کہ عوام کی فکر کا محور انفرادی آزادی کے بجائے قومی آزادی کی طرف مڑ جاتا ہے۔

سرد جنگ کے زمانے میں علاقے کی پریشانیوں کے لیے بیرونی مداخلت کو الزام دینے کا فیشن تھا۔ ب اس کا فیشن تو نہیں رہا لیکن اب بھی اس کا جواز ہے مثلاً ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد' بیرونی واقعات نے طلق العنان حکمرانوں کو بعض گھناؤنے اقدام کرنے کا جواز فراہم کر دیا ہے خصوصاً اگر یہ حریف اسلامی گروپوں ے ساتھ کیے جائیں۔ اس وقت شام میں القاعدہ کے ایک رہنما کو امریکہ کی رضامندی اور حوصلہ افزائی سے

شدید ٹارچر کیا جارہا ہے۔

رپورٹ میں ممالک کو الگ الگ زیر بحث نہیں لایا گیا ہے' عمومی بات کہی گئی ہے' مثلاً سیکولر تیونس اور اسلامی سعودی عربیہ کے بارے میں صرف یہ ذکر ہے کہ وہ اختلاف کو برداشت نہ کرنے کے بارے میں یکساں ہیں۔ کویت اور قطر میں میں نسبتاً آزاد انتخابات ہوئے ہیں۔ اُردن اور مصر میں مرد عورت مساوات کی طرف قدم بڑھائے گئے ہیں۔

سب سے نازک سوال جس سے مصنفین رپورٹ احتیاط سے دامن بچا کر گزر گئے ہیں یہ ہے کہ عرب دنیا کے دانش ور جس نشات ثانیہ کی تمنا رکھتے ہیں اس کی طرف پیش قدمی میں رکاوٹ ڈالنے اور تاخیر کرنے میں' اسلام نے کیا کردار ادا کیا ہے؟ رپورٹ کا ایک مکمل مقالہ عدل' امن' رواداری' توازن اور تمام اچھی باتوں کے لیے اسلام کی حمایت کو بیان کرتا ہے۔ لیکن بیش تر سیکولرسٹوں کو یہ یقین ہے کہ ۸۰ء کے عشرے اور ۱۹۹۰ء کے ابتدائی عشرے کی خوف ناک عسکریت کی جگہ جس اسلامیت نے نفوذ کیا ہے' اس نے تعمیری عرب فکر کو پنپنے کا موقع نہیں دیا۔

عربوں کو ان کے اسکول کے دنوں سے بتایا جاتا ہے کہ انھیں روایت سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ انھیں بزرگوں (authority) کا احترام کرنا چاہیے اور سچ کی تلاش کتاب میں کرنا چاہیے نہ کہ تجربے میں۔ فساد اور فتنے کا خوف عرب اسلامی تعلیمات میں گہری جڑیں رکھتا ہے۔ ایک شامی دانش ور کے مطابق: ''فکر کا کردار تشریح کرنا اور منتقل کرنا ہے۔ تلاش کرنا اور سوال کرنا نہیں ہے''۔

اس طرح کے تصورات نے ازمنۂ وسطی کے عرب ماہرین فلکیات اور ریاضی کی راہ کھوٹی نہیں کی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب ان کا راج ہے۔ تنقیدی فکر اور اختراع کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے' نتیجہ یہ ہے کہ ایسے نوجوان عربوں کی فوج تیار ہو رہی ہے جو بے روزگار ہے اور جمہوری ذرائع سے اپنے معاشروں کو بدلنے سے لاتعلق ہے۔ اسلام انھیں کم سے کم عزت نفس کا ایک احساس دیتا ہے۔ ان کے لیے سب دروازے بند ہیں۔ ان میں سے کچھ اپنا خطرناک غم و غصہ مغربی دنیا پر اُتار رہے ہیں۔

نارنگ منڈی میں ماہنامہ ترجمان القرآن یہاں سے حاصل کیجیے

(۱) محمود اختر شمسی آف اکبر پورہ

(۲) ارشاد سپورٹس سنٹر۔ انصاری مارکیٹ نزد پرانی سبزی منڈی